سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ۲۸

سیّدۂ عالمؑ

مخدومۂ کونین سرکارِ عصمت حضرت فاطمۃ الزہرا
سلام اللہ علیہا کی حیاتِ طیّبہ کا مختصر تعارف

از قلم معجز رقم :-

سرکار سیّد العلماء علّامہ سیّد علی نقی النّقوی
مجتہد العصر لکھنؤ

قیمت ۲ آنے

امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور

۳۸

کا اڑتیسواں تبلیغی رسالہ "سیدۂ عالم" آپ کے ہاتھوں میں ہے جو امامیہ مشن لکھنؤ سے زیر
شائع ہو کر سند قبولیت حاصل کر چکا ہے اس صحیفہ مبارکہ میں سرکار عصمت سیدۂ عالم حضرت
فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی زندگی کے مختصر حالات ہیں

امامیہ مشن لکھنؤ نے چودہ معصومین کی مختصر سوانح حیات شائع فرما کر قوم کی اہم ترین
کو پورا کرتے ہوئے اپنی بیدار مغزی اور روشن دماغی کا ثبوت دیا ہے۔ اختصار اتنا کہ
کے ایک جزء میں پوری سوانح عمری سما جائے اور جامعیت کا یہ عالم کہ ضروری واقعات کے
کو سمیٹ کر کوزہ میں سمو دیا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل سے مبسوط کتاب تیار ہو سکتی ہے۔
معصومین کی ذوات مقدسہ کی اہمیت یہ کہ ہر ذی شعور ابن آدم پر ان کی محبت واجب
دی گئی ہے مگر ان کے حالات پر مبسوط کتب کا حصول مشکل اور پھر پڑھنے کے لئے زندگی کی
حائل اور ولادت و شہادت کے دن حالات کے سننے کا اشتیاق بچوں کی تعلیم
تربیت کیلئے آسان زبان میں حالات پر مشتمل لٹریچر کی کمی ان تمام مشکلات کا حل
سید العلماء مدظلہ العالی نے اس اختصار نویسی سے کر دیا ہے جس کیلئے قوم کما حقہ
کے بار احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

اس قلیل القیمت اور کثیر المنفعت سلسلہ اشاعت سوانح حیات کا عظیم ترین فائدہ یہ ہے
حضرات تک پہنچانے کیلئے مجالس و محافل میلاد میں ان کو بطور تبرک تقسیم کیا جا سکتا ہے
جو حضرات کسی وجہ سے مجلس و محفل میں شرکت نہ کر سکتے ہوں وہ اپنے اہل و عیال اعزہ
متوسلین کو اپنے گھر میں جمع کر کے اس مختصر رسالہ کو پڑھ کر مستفید و مثاب ہو سکتے ہیں
ابنائے ملت سے اپیل ہے کہ ان رسائل کو نہ صرف بچوں کی واقفیت کیلئے ہر گھر میں
بلکہ توسیع اشاعت کیلئے مشن سے رعایتی قیمت پر منگوا کر اپنے ماحول میں مفت
کا اہتمام کریں۔

خادم دین: سید حسن علی شاہ کاظمی جنرل سیکرٹری امامیہ مشن پاکستان (رجسٹرڈ) ۲۰ دربار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی سیدنا محمد وآلہ الطاہرین

نوع انسانی کی دو صنفیں ہیں۔ ہر ایک کے لئے کمال اخلاق کی منزل تک پہنچنے کا
ستیاں ہیں جو اس صنف سے متعلق ہوتے ہوئے کمال اخلاق کی بلند منزل پر فائز ہوں سلسلہ
ان اسلام میں تیرہ معصوم مردوں کے طبقہ کیلئے نمونۂ عمل ہیں مگر ایک فرد حضرت سیدۂ عالم
ۃ الرسول فاطمہ زہرا علیہا السلام کی وہ ذات تھی جو طبقۂ خواتین کیلئے معیاری حیثیت رکھتی
ور اس لئے آپ کے حالات کا مطالعہ نوع انسانی کا اہم فریضہ ہے۔ حالات معصومینؑ کے
سلسلہ کی موجودہ کڑی اس مقدس ذات کے حالات سے متعلق ہے۔

نسب

نام فاطمہ مشہور ترین لقب زہرا اور کنیت ام ابیہا تھی۔ آپ حضرت خدیجہ بنت
خویلد کے بطن سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرد فرید بیٹی تھیں جن کی نسل
کے باپ کے کام اور نام کی بقا رہی اور شاید اسی مناسبت سے آپکی وہ کنیت ہوئی جس کے
ہوتے ہیں "اپنے باپ کی ماں" یعنی وہ خاتون جو اپنے باپ کی زندگی کو پروان چڑھانے کا سبب ہوئی

ولادت

اول تو فرقہ وارانہ اختلافات کے ساتھ بہت سی تاریخی تحقیقیں ایسی ہیں جو مرکز اختلاف
بن گئی ہیں خصوصاً ولادت اور وفات کی تاریخوں کے بارے میں تو خود ایک فرقہ کے
میں بھی اکثر اختلاف ہوتا ہے مگر عموماً یہ اختلاف چند مہینے یا زیادہ ایک برس سے آگے
لیکن حضرت سیدۂ عالم کی تاریخ ولادت کے بارے میں فرق اسلامیہ میں جو اختلاف
زمانے ہیر پھیر کے نتیجہ میں نو دس برس کی طولانی مدت کا فرق پیدا کر دیتا ہے
اہل سنت کی اکثریت کا قول یہ ہے کہ آپ کی ولادت بعثت سے
پہلے ہوئی تھی اور فرقۂ شیعہ کے روایات یہ ہیں کہ آپ بعثت سے پانچ برس

بعد پیدا ہوئی تھیں۔ ان روایات کی بنیاد اہلِ بیت معصومینؑ کے ارشادات پر ہے مذہبی طور پر
ان روایات کے مستند ہونے کے علاوہ غالباً ہر غیر جانبدار محقق تاریخی نقطۂ نگاہ سے
اس سے اتفاق کریگا کہ کسی شخصیت اور بالخصوص پردہ نشین خاتون کے متعلق ان کے گھر
والوں بلکہ اولاد کا بیان جتنا معتبر ہو سکتا ہے اتنا کسی غیر کا بیان معتبر نہیں ہو سکتا
بیانات کی بنا پر صحیح قول یہی قرار پاتا ہے کہ حضرت سیدۂ عالم ۲۰ جمادی الثانیہ کو بعثت
کے پانچویں سال یعنی ہجرت کے آٹھ برس قبل پیدا ہوئیں۔

تربیت

رسولؐ کی بعثت کے ساتویں برس خدیجہ کبریٰؓ نے دنیا سے مفارقت کی
وقت سیدۂ عالم صرف دو سال کی تھیں۔ اتنی مختصر عمر میں ماں کی آغوشِ شفقت سے
جدائی کے بعد آپ کا گہوارۂ تربیت صرف باپ کا سایۂ رحمت تھا اور پیغمبر اسلامؐ کی اخلاقی
تربیت کا آفتاب تھا جسکی شعاعیں براہِ راست اس بے نظیر گوہر کی آب و تاب بڑھا
کر رہی تھیں۔ عورتوں میں اگر کسی کی صحبت اس عمر میں جناب سیدہ کو حاصل ہو سکتی تھی
حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی والدہ فاطمہ بنت اسد ہو سکتی ہیں یا آپ کی بہنیں ام
وغیرہ یا پھوپھی صفیہ بنت عبد المطلب۔ یہ تمام بزرگ خواتین تھیں جو سیدۂ عالم
شمع عصمت کا پروانہ بنی رہتی ہوں گی اور اسی ماحول میں سیدہ کا بچپنا اپنی منزلیں
طے کر رہا تھا۔

غمخواری

سیدہ کا بچپن پورا اپنے والد بزرگوار کو اس ناگوار ماحول میں دیکھتے گذرا
پیام توحید پہنچاتے اور پھر حضرت ابو طالبؑ اور جناب خدیجہؓ
دنیا سے اٹھ جانے کے بعد درپیش تھا۔ سیدہ اکثر اپنے باپ کے سرِ مبارک
اشاعتِ حق کے جرم میں کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا سنتی اور ان کے جسم کو زخمی

...ے لوامان دیکھتی نہیں اور ان منصوبوں کا چرچا ان کے کانوں تک پہنچتا تھا جو اُن کے والد بزرگوار
...شن بلکہ انکی زندگی کو بھی ختم کرنے کیلئے قائم کیئے جاتے تھے مگر اس کم سنی کے عالم میں بھی
...یدۂ عالم نہ ڈریں نہ سہمیں نہ گھبرائیں بلکہ اس ننھی سی عمر میں اپنے بزرگ مرتبہ باپ کی مددگار رہیں۔

...جرت۔ "سیدۂ عالم" کی آٹھ برس کی عمر تھی حبیب کا فروں نے ایکا کر کے ایک شب رسولؐ کو
...ل کرنیکا ارادہ کر کے آپ کے گھر کو گھیر لیا۔ آپؐ کو اس کی اطلاع پہلے ہو گئی تھی اسلیئے آپؐ
...ے چچا زاد بھائی حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دے کر خود مخفی طریقہ پر
...معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ حضرت علیؑ بستر رسولؐ پر تھے اور مکان
...اندر حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کی والدہ فاطمہ بنت اسد کے ساتھ سیدۂ عالم فاطمہ زہراؑ بھی
...اس وقت آپکی عمر آٹھ سال تھی اور یہ یقیناً آپکی زندگی کا بڑا امتحان تھا اپنے گھر کے
...دوں کے پیاسے دشمنوں اور انکی کھینچی ہوئی تلواروں کا گھیرا تھا جس سے گھر میں
...ہنےوالے سب ہی افراد بظاہری اسباب کے لحاظ سے دہشت پیدا ہونا چاہیئے اور
...باپ کی جدائی کا صدمہ اور انکی جان کی حفاظت کا خیال، مگر سیدہ نے اسی کم سنی میں
...رحلہ کو صبر و استقلال سے طے کیا۔ پھر صبح کو جب دشمنوں نے دیکھا کہ رسولؐ چلے
...ہیں اور انکی جگہ پر علیؑ ہیں تو وہ سب گھر کو چھوڑ کر رسولؐ کی تلاش میں چلے گئے اس
...مکان کے رہنے والوں سے وقتی طور پر خطرہ دور ہو گیا مگر رسولؐ کے متعلق انکی فکر بڑھ گئی
...پھر چند روز کے بعد علیؑ ابن ابی طالبؑ کا تن تنہا ان خواتین کو محملوں میں سوار کر کے
...ے ساتھ لینا اور مکہ سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہونا اور راستے میں مشرکین کا
...مزاحم ہونا اور علیؑ کا تلوار کھینچنا یہ سب عورتوں اور بچوں کیلئے کچھ کم دہشت ناک حالات
...تھے ان سے گزر کر سیدۂ عالم اپنے والد بزرگوار کے پاس مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔

شادی ۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد ایک سال میں فاطمہ زہراؑ کی عمر نو برس کی ہو گئی
اسلام میں یہ سن لڑکی کے بلوغ کا قرار دیا گیا ہے اور یہ تاکید ہے کہ اسکے بعد شادی میں دیر نہ کی جا
اصحاب رسولؐ میں بہت سے افراد رسولؐ کی طرف دامادی کی نسبت حاصل کرنے
شرف کی تمنا رکھتے تھے، مگر اسکے پہلے صاحبزادی کی کم سنی کا عذر اس سوال میں رکاوٹ
کرنے کیلئے کافی تھا۔ اب جب کہ ابتدائی عمر شادی کی آگئی تو مجسم خلق عظیم رسولؐ
بارگاہ میں اب ہر ایک عرض تمنا کیلئے آنے لگا مگر رسولؐ کی طرف سے کوئی ہمت افزا
نہ ملا۔ خدا و رسولؐ کے نزدیک فاطمہ زہراؑ کے ساتھ شادی کے لئے صرف ایک ذ
تھا جواب تک خاموش تھا۔ یہ علیؑ کی ذات تھی جنہوں نے رسولؐ کی گود میں بچپن
پرورش پائی تھی اور جس طرح فاطمہؑ اپنے طبقہ میں آپ کی اخلاقی تعلیم کا بہترین
تھیں اسی طرح علیؑ مردوں میں آپ کے تعلیمات کا مجسمہ تھے۔ علیؑ کے لئے فاطمہؑ اور
کے لئے علیؑ کے سوا برابر کا کوئی دوسرا ہو ہی نہ سکتا تھا۔ مگر علیؑ، رسولؐ سے خواستگ
کرتے ہوئے حجاب محسوس کرتے تھے اور رسولؐ کو خود سے اس بارے میں کسی ارشاد کا
موقع ہی نہ تھا۔ جب ہر ایک اظہار تمنا کرنے والے کی خواہش ٹھکرادی گئی تو انہیں
کچھ نے حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ سے تحریک کی کہ آپ بھی رسولؐ کی خدمت میں
فاطمہؑ کی خواستگاری کریں۔ آخر علیؑ، رسولؐ کی بارگاہ میں آئے۔

جھکی ہوئی نظروں کے ساتھ عرض تمنا کی۔ رسولؐ نے بشاش چہرہ کے ساتھ فر
"تمہارے پاس مال دنیا سے کچھ ہے؟" عرض کیا "بس گھوڑا، تلوار اور زرہ"
فرمایا "گھوڑا اور تلوار تمہارے ایسے مجاہد کے لئے ضروری ہے مگر زرہ نالتھی ہے اسکو فروخت
عام مورخین کی روایت کے مطابق یہ زرہ ۴۸۰ درہم کو فروخت ہوئی۔ اس رقم کو آپ

سیدۂ عالم رسولؐ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ اسی سے رسولؐ نے فاطمہؑ کی شادی کا سامان کیا اور
کے لئے نظامِ خانہ داری میں جس اسباب کی ضرورت تھی وہ خرید فرمایا۔ وہ کیا تھا، ایک
ے کا تکیہ کھجور کی چھال سے بھرا ہوا، ایک بچھونا کھال کا اور کچھ مٹی کے برتن۔ ایک مشکیزہ اور
یک چرخہ۔ ان مورخین کا بیان ہے کہ وہ مہر فاطمہ زہراؑ کا جو حضرت علی بن ابی طالبؑ
نے ادا کیا اور جس پر حضرت فاطمہ زہراؑ کا نکاح پڑھا گیا چار سو مثقال چاندی تھا۔ تقریباً یہی
مقدار پانچسو درہم "مہر سنت" قرار پائی ہے۔ بعض روایتوں میں آپکا مہر یہی پانچسو درہم بتایا
ہے مگر مہر سنت کا مطلب یہ ہے کہ اس سے زیادہ ہونا فضیلت کے خلاف ہے
ہی ہو اور یا اس سے کم ہو اور اسی لئے فرقۂ شیعہ کے معتبر ترین جوامع حدیث یعنی کتب
کے بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا مہر ظاہری
س عام مہر سے بھی جو سنت قرار دیا گیا ہے۔ بہت کم یعنی صرف تیس ۳۰ درہم قرار دیا گیا
اگرچہ خالق کی طرف سے حضرت سیدۂ عالم کی روحانی عظمت کے لحاظ سے مہر
میں خدا کی خدائی کا بہت بڑا حصہ تھا۔ مگر سیدہ کے مہر کو ظاہری حیثیت سے
ت کم رکھ کر ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کی اس ذہنیت کو تبدیل کرنے کا سامان کیا گیا
مہر کی رقم کے خواہ مخواہ زیادہ ہونے کو معیارِ عزت نہ سمجھ لیں بلکہ یہ سمجھیں کہ مہر کا
سیدۂ عالم کی پیروی ہونے کے لحاظ سے بہت بڑی عزت کا سرمایہ ہے۔ آخر
اسلامی تاریخ میں ایک مثالی تقریب کے طور پر یہ شادی عمل میں آئی۔ اور اگر
مسلمان اس شادی کی کیفیت کو پیشِ نظر رکھیں تو کبھی بے جا رسوم سے اپنی
شادی کی صورتیں اختیار کرنے میں عزت محسوس نہ کریں۔

اولاد شادی ہونے کے بعد حضرت فاطمہ زہراؑ صرف نو برس زندہ رہیں۔ اس نو برس میں

آپ کے یہاں شادی کے دوسرے ہی سال حضرت امام حسنؑ پیدا ہوئے۔ تیسرے سال حضرت
امام حسینؑ پھر غالباً پانچویں سال حضرت زینبؑ اور ساتویں سال حضرت ام کلثومؑ، نویں سال
محسن بطن میں تھے جب کہ وفات رسولؐ ہوئی اور وہ ناگوار مصائب پیش آئے جن کے سبب
اسقاط ہوگیا اور پھر حضرت سیدہ بھی جانبر نہ ہوسکیں، وفات کے وقت دو صاحبزادے حسنؑ
حسینؑ موجود تھے جو امام خلق ہوئے اور دو صاحبزادیاں زینبؑ و ام کلثومؑ تھیں جو اپنے
اوصاف کے لحاظ سے طبقہ نسواں میں اپنی ماں کی سچی جانشین ثابت ہوئیں۔

اخلاق واوصاف ۔ سیدہ عالم شکل وشمائل، گفتار ورفتار اور حسن بیان میں رسولؐ
رسولؐ سے انتہائی مشابہ تھیں اور خصوصیت کے ساتھ سچائی اور امانداری میں اپنے والد
بزرگوار کی مکمل تصویر تھیں۔ آپ نے اپنی مختصر زندگی میں نسوانی زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی
سیرت کے وہ نمایاں نقوش چھوڑے ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ اس طبقہ کی راہنمائی کیلئے کافی ہیں

خانہ داری ۔ فاطمہ زہراؑ نے شادی کے بعد سے تمام گھر کا کام اپنے ہاتھ سے کرنا شروع
کیا۔ جھاڑو دینا، کھانا پکانا، چرخہ چلانا، چکی پیسنا اور بچوں کی تربیت کرنا یہ سب کام
ایک اکیلی سیدہ، لیکن کبھی نہ تیوریوں پر بل آئے نہ اپنے شوہر حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے
کبھی اپنے لیے کسی مددگار یا خادمہ کے انتظام کی فرمائش کی۔ ایک مرتبہ اپنے پدر بزرگوار
حضرت رسول خداؐ سے ایک کنیز عطا کرنے کی خواہش کی تو رسولؐ نے بجائے کنیز عطا
فرمانے کے وہ تسبیح تعلیم فرمائی جو تسبیح فاطمہ زہراؑ کے نام سے مشہور ہے۔ ۳۴ مرتبہ
اللہ اکبر۔ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ۔ حضرت فاطمہؑ اس تسبیح کی تعلیم
سے اتنی خوش ہوئیں کہ کنیز کی خواہش ترک کردی۔ بعد میں رسولؐ نے بلا طلب ایک
کنیز عطا فرمادی جو فضہؑ کے نام سے مشہور ہے۔ سیدہؑ فضہ کے ساتھ ایک کنیز

بلکہ برابر کے ایک عزیز رفیق کار کا سا برتاؤ کرتی تھیں۔ اسلام کی تعلیم یقیناً یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں زندگی کے جہاد میں شریک طور پر حصہ لیں اور کام کریں بیکار نہ بیٹھیں مگر ان دونوں میں صنف کے اختلاف کے لحاظ سے تقسیم عمل ہے۔ اس تقسیم کار کو علیؑ اور فاطمہؑ نے مکمل طریقہ پر دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ گھر سے باہر کے تمام کام آب کشی کرنا باغوں میں پانی دینا اور اپنی قوت بازو سے اپنے اور اپنے گھر والوں کی بسر زندگی کا سامان کرنا یہ علیؑ کے ذمہ تھے اور گھر کے اندر کے تمام کام حضرت فاطمہ زہراؑ انجام دیتی تھیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آج چودہ سو برس کے بعد بھی کاموں کی شکل وہی رہے جو پہلے تھی بلکہ زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے ان میں فرق ہو سکتا ہے مگر اس روح کو جو گھر کے اندر اور باہر کی زندگی کے تفرقہ کے ساتھ قائم ہے محفوظ رکھا جانا ہر حال میں ضروری ہے۔

ترکِ احتشام اور آرائش سے علیحدگی

عام طور سے خواتین کی طبیعت اسباب زیب و زینت کی طرف خاص رغبت رکھتی ہے۔ اس کے سبب سے اکثر مردوں کو پریشانی اٹھانا پڑتی ہے اور بسا اوقات آمد و خرچ کے توازن میں فرق کی ذمہ دار یہی آرائش پسندی ہوتی ہے جس سے اقتصادی تباہی آتی ہے سیدۂ عالمؑ نے ہمیشہ اپنی زندگی کو مسلمانوں کے غریب گھرانوں کی عورتوں کیلئے ایک بہترین نمونہ کی حیثیت سے پیش کیا اور کبھی لباس و زیور یا سامانِ خانہ داری میں تصنع اور تجمل کو پسند نہیں کیا۔ اور خود رسولؐ کی تعلیم بھی یہی رہی بلکہ بعض روایتوں میں ہے کہ ایک مرتبہ سیدۂ عالمؑ نے اگر اپنے لئے دو چاندی کے کنگن، گلوبند اور دو گوشوارے اور دروازہ کا پردہ تیار کرا لیا تھا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپ کی صرف

ایک معنی خیز خاموشی سے سیدہ کو بہتر یہ معلوم ہوا کہ اسے راہِ خدا میں خیرات کر دیں
رسالت مآبؐ کو یہ معلوم ہوا تو اتنا خوش ہوئے کہ تین مرتبہ فرمایا، "وہی
کیا، جو میں چاہتا تھا، اس کا باپ اس پہ فدا ہو جائے۔" اس معلم انسانیت عظیم
ترین باپ کی یہ بلند مرتبہ بیٹی ہی صرف وہ تھی جو اس کے بلند اخلاقی معیار
تعلیم کو عمل کی مجسم شکل میں اس نقطہ پہ لا سکے جو اس کا معراج بلندی ہے۔

عبادت و دعا کے موقع پر ایثار

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی عبادت وہ تھی جو عالم انسانیت
کے اس طریقہ کے لئے جاودانی مثال ہے۔ عبادت بظاہر مخلوق اور خالق
کے درمیان کی انفرادی چیز ہے اس لئے زیادہ تر عبادت کرنے والے ایسے
ہوں گے جو شائد اپنے مال بلکہ غذا میں بھی دوسروں کو اپنے اوپر مقدم کر سکتے
ہوں۔ مگر اللہ کی بارگاہ میں تو "خود غرضی" ہی نظر آتی ہے۔ لیکن آلِ رسولؐ اس
سے مستثنیٰ ہیں وہ خالق کی بارگاہ میں بھی کھڑے ہوتے تھے تو دوسرے مخلوق کا درد
اپنے دل میں لئے ہوئے چنانچہ حضرت سیدۂ عالمؑ کے متعلق شاہزادہ امام حسنؑ
کا بیان ہے کہ سیدۂ عالمؑ نے رات بھر محرابِ عبادت میں کھڑے ہو کر نماز
پڑھی اور مومنین و مومنات کے لئے بہت دعا کی مگر اپنے لئے کوئی دعا نہ کی
اس کے بعد میں شاہزادہ نے آپ سے ذکر کیا تو فرمایا کہ الجار ثم الدار
یہ عربی کی کہاوت ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ پڑوسی کا خیال گھر کی دیکھ بھال
سے مقدم ہے۔

پردہ۔ سیدۂ عالمؑ نہ صرف اپنی سیرتِ زندگی بلکہ اقوال سے بھی خواتین

لئے پردہ کی اہمیت پہ بہت زور دیتی تھیں۔ آپ کا مکان مسجدِ رسول سے بالکل متصل تھا، لیکن آپ برقع وچادر میں نہاں ہو کر بھی اپنے والد بزرگوار کے پیچھے نمازِ جماعت میں شرکت یا آپ کے موعظہ کے سننے کے لئے مسجد میں تشریف نہیں لائیں بلکہ اپنے فرزند امام حسنؑ سے جب وہ مسجد سے واپس جاتے تھے اکثر رسولؐ کے خطبہ کے مضامین سن لیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ پیغمبرؐ نے منبر پر یہ سوال پیش کر دیا کہ عورت کے لئے سب سے بہتر کیا چیز ہے؟ یہ بات سیدہ تک پہنچی تو آپ نے جواب دیا کہ عورت کے لئے سب سے بہتر بات یہ ہے کہ نہ اس کی نظر کسی غیر مرد پر پڑے اور نہ کسی غیر مرد کی نظر اس پر پڑے رسولؐ کے سامنے یہ جواب پیش ہوا تو حضرت نے فرمایا۔ "کیوں نہ ہو۔ فاطمہ میرا ہی ایک جزو ہے۔"

خدمتِ اسلام اسلامی تعلیم میں عورت کے جہاد کی نوعیت ہی مرد کے جہاد سے الگ رکھی گئی ہے اس لئے حضرت فاطمہ زہراؑ بھی اسی کی پابند تھیں، اس لئے کسی جہاد میں سیدۂ عالمؑ کا میدانِ جنگ میں قدم رکھنا ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن جس حد تک ان کے حدودِ عمل تھے ان میں ان جہادوں کے ذیل میں بھی غیر متعلق نہ تھیں مثلاً جنگِ اُحد میں جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ مدینہ واپس آئے اس حالت میں کہ چہرۂ خون سے رنگین تھا تو سیدۂ عالمؑ تھیں جو ظرف میں پانی لے کر حاضر ہوئیں اور رسولؐ کا چہرہ دھلوایا۔ علیؑ بن ابی طالب آئے اس شان سے کہ شانوں تک دونوں ہاتھ دشمنوں کے خون سے رنگین تھے اور تلوار سے خون ٹپک رہا تھا۔ آپ نے وہ تلوار جس سے خون ٹپک رہا تھا

حضرت فاطمہ زہراؑ کی طرف بڑھائی اور عجیب فخر کے انداز میں کہا لو یہ تلوار کہ آج
اس نے میرے ساتھ وفاداری کی حد کر دی، رسولؐ نے بھی ارشاد کیا کہ لو فاطمہ علیؑ کے
ہاتھ سے تلوار کو لو۔ آج تمہارے شوہر نے جوان کا فرض تھا وہ بڑے نازک موقع
پر ادا کیا اور اللہ نے انھی کی تلوار سے قریش کے بڑے بڑے آدمیوں کا خاتمہ کرایا
فاطمہ زہراؑ نے خاموشی کے ساتھ ان باتوں کو سنا اور تلوار ہاتھ میں لی اور یقیناً ان
باتوں سے انہوں نے خود بھی ایک طرح کا فخر محسوس کیا جس کے ساتھ انہیں
ایسی عظیم منزل جہاد میں بذات خود شریک نہ ہونے کا کوئی افسوس بھی نہ تھا
اس لئے کہ وہ سمجھتی تھیں کہ ان کا جہاد یہی ہے جیسے وہ اپنے گھر کی چار دیواری
میں رہ کے اسی طرح پورے طور پر ہمیشہ ادا کیا کرتی ہیں جس طرح علیؑ نے ان
جنگوں میں جہاد کا فرض ادا کیا۔ ہاں صرف ایک موقع عیسائیوں کے مقابلہ
میں پُرامن روحانی جہاد یعنی مباہلہ کا ایسا تھا جہاں سیدۂ عالم خدا کے حکم
سے برقع و چادر میں نہاں ہو کر اپنے باپ اور شوہر کے ساتھ گھر سے باہر نکلیں
جس کا واقعہ یہ تھا کہ یمن سے عیسائیوں کے علماء کا ایک وفد رسولؐ کے پاس
بحث و مباحثہ کے لئے آیا اور کئی دن ان سے بحث ہوتی رہی۔ جس سے
حقیقت ان پر روشن تو ہو گئی مگر سخن پروری کی بنا پر وہ قائل نہ ہونا تھے
نہ ہوئے۔ اس وقت قرآن کی آیت اتری کہ اے رسولؐ لتنے سیج دلائل
کے بعد بھی یہ نہیں مانتے تو ان سے کہو کہ پھر آجاؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم
اپنے بیٹوں کو، ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو، ہم اپنے نفسوں کو بلائیں
تم اپنے نفسوں کو اور اللہ کی طرف رجوع کریں اور جھوٹوں کے لئے اللہ کی

لعنت یعنی عذاب کی بددعا کریں، عیسائی علماء پہلے تو اس کے لئے تیار ہو گئے مگر جب رسول اللہ تشریف لے گئے اس شان سے کہ حسنؑ اور حسینؑ ایسے بیٹے، فاطمہ زہراؑ ایسی خاتون اور علیؑ ایسے نفس کو اپنے ساتھ لئے ہوئے تھے، عیسائیوں نے مباہلے سے انکار کر دیا اور مخصوص شرائط پر صلح کر کے واپس گئے اس طرح فاطمہ زہراؑ نے ثابت کر دیا کہ ان کا معیار پردہ بھی جس کی وہ پابند ہیں۔ بہ بنائے عادت نہیں بلکہ بہ بنائے فرض ہے اس لئے کسی مستثنیٰ صورت میں اللہ کا حکم ظاہری صورت میں ان کے عام دستور زندگی کے خلاف فریضہ عائد کرے تو اس کی تعمیل بھی ان کے لئے ویسی ہی خوشگوار ہے جیسی اپنے عام دستور کی پابندی۔

رسولؐ کا برتاؤ

حضرت فاطمہ زہراؑ کے اوصاف و کمالات ہی کا نتیجہ تھا کہ رسولؐ فاطمہ زہراؑ کے ساتھ محبت بھی انتہائی فرماتے تھے اور آپ کی عزت بھی کرتے تھے جو اپنی بیٹی کی عزت کوئی دوسرا باپ نہیں کیا کرتا۔

محبت کے مظاہروں میں سے ایک یہ تھا کہ جب آپ کسی غزوہ پر تشریف لے جاتے تھے تو سب سے آخر میں فاطمہ زہراؑ سے رخصت ہوتے تشریف لاتے تھے اور جب واپس آتے تھے تو سب سے پہلے فاطمہ زہراؑ کے دیکھنے کو تشریف لاتے تھے۔

اور عزت و احترام کا مظاہرہ یہ ہے کہ جب فاطمہ آتی تھیں تو آپ تعظیم کو کھڑے ہو جاتے تھے اور اپنی جگہ پر لا کر بٹھاتے تھے۔ یہ برتاؤ رسولؐ کا فاطمہ زہراؑ کے سوا کسی دوسرے شخص کے ساتھ نہ تھا۔

فضائل سیدۂ عالمؑ کی فضیلت میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتنی حدیثیں وارد ہیں جتنی حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کے سوا کسی دوسری شخصیت کے لئے نہیں ملتیں۔ ان میں سے اکثر علمائے اسلام میں متفقہ حیثیت رکھتی ہیں۔ مثلاً آپ "بہشت میں جانے والی عورتوں کی سردار ہیں۔" "ایمان لانے والی عورتوں کی سردار ہیں۔" "تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہیں" آپ کی رضا سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ اور آپ کی ناراضگی سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔" "جس نے آپ کو ایذا دی، اس نے رسولؐ کو ایذا دی۔" آپ کا نام فاطمہ اسلئے ہوا ہے کہ خدا نے آپ کی بدولت آپ کے محبوں کو عذاب جہنم سے چھڑا دیا ہے" "فطم" کے معنی چھڑانے کے ہیں۔ فاطمہؑ کے معنی ہوئے "چھڑانے والی" اس طرح کی بکثرت حدیثیں ہیں جو معتبر کتابوں میں درج ہیں۔

وفات رسولؐ بعثت کے ۲۳ برس اور ہجرت کے دس برس بعد جب فاطمہ زہراؑ ۱۸ برس کی تھیں، آپ کے چاہنے والے اور آپ کی عزت کرنے والے قدرداں باپؐ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ اس صدمہ کا اثر فاطمہ زہرا نے اتنا لیا جتنا کسی بیٹی نے کبھی اپنے باپ کی وفات کا اثر نہیں لیا ہے۔

نوحہ وبکا رسولؐ کی وفات کے بعد سیدۂ عالم جتنے دن زندہ رہیں کبھی کسی نے آپ کو ہنستے یا مسکراتے نہیں دیکھا بلکہ برابر باپ کے غم میں روتی رہیں اور آپ اتنے پردرد طریقہ پر نوحہ کرتی تھیں کہ آس پاس کے رہنے والے بھی شدید طور پر متاثر ہوتے تھے۔

ناگوار حالات ۔ افسوس ہے کہ وہ فاطمہؑ جن کی تعظیم کو رسولؐ کھڑے

جاتے تھے۔ بعد رسولؐ اہلِ زمانہ کا رخ اپنی طرف سے پھرا ہوا محسوس کرتی تھیں۔ علیؑ
بن ابی طالبؑ سے خلافت کا ہٹایا جانا ہی سیدہ کیلئے کیا کم تھا کہ آپ سے بیعت
کا سوال بھی کیا جانے لگا۔ اور صرف سوال ہی نہیں بلکہ جبر و تشدد سے بھی کام لیا
جانے لگا۔ انتہا ہے کہ سیدۂ عالمؑ کے گھر پہ لکڑیاں جمع کر دی گئیں اور آگ
لگائی جانے لگی۔ اس وقت کے صدمہ و زحمت کی شدت وہ تھی جسے جسمانی حیثیت
سے سیدہ برداشت نہ کر سکیں اور وہی آپ کی وفات کا سبب ہوا۔ ان صدموں
کی شدت سیدہ کی زبان پر جاری ہونے والے اس شعر سے ظاہر ہے۔ کہ

صبت علی مصائب لو انہا
صبت علی الایام صرن لیالیا

"یعنی مجھ پر وہ مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر وہ دنوں پر پڑتیں تو وہ رات ہو جاتے"

فدک

سیدہ کو جو جسمانی و روحانی صدمے پہنچے ان میں ایک بڑا اضافہ اس سے ہوا
کہ فدک وہ باغ جو رسولؐ نے سیدۂ عالمؑ کو مرحمت فرمایا تھا اسے بعد
رسولؐ ضبط کر لیا گیا۔ باغ کا چلا جانا سیدہ کے لئے اتنی تکلیف کا باعث نہ ہو
سکتا تھا جتنا کہ آپ کے دعوے کو حکومت کی طرف سے غلط قرار دیا جانا۔ یہ وہ
صدمہ تھا جس کا اثر سیدہ کے دل پر مرتے دم تک رہا۔

وصیتیں

حضرت فاطمہ زہراؑ نے طبقۂ خواتین کے لئے پردہ کی یادگار اہمیت
اس وقت بھی قائم کی جب آپ دنیا سے رخصت ہونے والی تھیں
اس طرح کہ آپ ایک دن غیر معمولی طور پر فکر مند نظر آئیں۔ آپ کی چچی (جعفر طیارؓ
کی زوجہ) اسماء بنت عمیس نے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے
جنازہ کے اٹھانے کا یہ دستور اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ عورت کی میت کو بھی تختہ

پر اٹھایا جاتا ہے جس سے اس کا قد و قامت نظر آتا ہے اسماءؓ نے کہا میں نے ملک حبشہ میں ایک طریقہ جنازہ اٹھانے کا دیکھا ہے وہ غالباً آپ کو پسند ہوگا۔ اس کے بعد انہوں نے تابوت کی شکل بنا کر دکھائی اس پہ سیدۂ عالمؑ بہت خوش ہوئیں اور پیغمبرؐ کے بعد صرف یہ ایک موقع ایسا تھا کہ آپ کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی چنانچہ آپنے وصیت فرمائی کہ آپ کو اسی طرح کے تابوت میں اٹھایا جائے۔ مورخین تصریح کرتے ہیں کہ سب سے پہلی لاش جو تابوت میں اٹھی ہے وہ حضرت فاطمہ زہراؑ کی تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے یہ وصیت بھی فرمائی تھی کہ میرا جنازہ پردۂ شب میں، اٹھایا جائے اور ان لوگوں کو اطلاع نہ دی جائے جن کے طرزِ عمل نے سیدہ کے دل میں زخم ڈال دیئے تھے اور جن سے انتہائی ناراضگی کے عالم میں آپ دنیا سے رخصت ہوئیں۔

وفات

آخر سیدۂ عالم نے اپنے والد بزرگوار رسولِ خداؐ کی وفات کے ۳ مہینہ بعد تیسری جمادی الثانیہ ۱۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ رات کو اٹھایا گیا۔ حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ اور صرف بنی ہاشم اور سلمان اور مقداد وغیرہ ایسے چند مخلصین کے ساتھ نمازِ جنازہ ادا کی اور خاموشی کے ساتھ دفن کر دیا۔ آپ کے دفن کی اطلاع بھی عام طور سے لوگوں کو نہیں ہوئی جس کی بنا پہ یہ اختلاف رہ گیا کہ آپ جنت البقیع میں دفن ہیں یا اپنے ہی مکان میں جو بعد کو مسجدِ رسولؐ کا جزو بن گیا جنت البقیع میں جو آپ کا روضہ تھا وہ بھی باقی نہیں رہا۔ بلکہ ۸ شوال ۱۳۴۴ھ کو ابن سعود نے دوسرے مقابر اہلِ بیتؑ کے ساتھ اسے بھی منہدم کر دیا۔

علی نقی النقوی